Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

خلیق الرحمٰن ہجویری

اسکالر پی ایچ۔ڈی، شعبہ لسانیات وادبیات اردو قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات وادبیات اردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

سفر نامہ "افق کے اس پار" میں جمالیاتی عناصر

Khaliq ur Rehman Hajwari
Scholar Ph.D, Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar

Dr. Tahseen Bibi
Associate Professor, Department of Linguistic & literature,
Qurtuba University of Science & Information Technology Peshawar

Aesthetic Elements in the Travelogue" Ofaq K Uss Paar"

Bilqees Riaz is one of famous and important travel writer and columnist. Her writings travelogues show a special taste of beauty and also aesthetics. In any one's life beauty plays significant role. The Holy act that is available in seeing lovely sites valleys and people cannot be conveyed in words.She felt a strong inspiration to explore the enhancing beauty of Pakistan and out of countries and putting their details down in the form of travelogues more over travelling around the world i.e. London, Tokiyo, Newyark, Hongkong, Iran, Iraq, Seria etc.Especially in "Ufuq kay us paar". She has tried to present beauty and Aesthetics of some cities and countries of the beautiful world.

سفر نامے کا شمار اُردو کی بیانیہ اصناف میں ہوتا ہے۔ جوں کہ یہ ہشم دید واقعات پر لکھا جاتا ہے اس لیے سفر اس کی اساسی شرط ہے۔ دوران سفر ایک مسافر / سیاح جن حالات وواقعات سے نبرد آزما رہتا ہے۔ جن جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور جن تجربات سے گزرتا ہے اپنے ان تمام احساسات و تجربات کو جب وہ صفحہ قرطاس کی زینت بناتا ہے تو اس طرح ایک سفر نامہ معرض وجود میں آتا ہے۔

Corresponding Author's Email: tahseenbibi@gmail.com

سفر آدمی کی جبلت میں داخل ہے۔ مسافر کے لیے دنیا عجائب خانہ ہے جسے دیکھنے کے لیے وہ بچے کی طرح مچلتا ہے۔ نئی سرزمین، نئے آدمی، نئی طرز بود باش اور نئے رسم ورواج کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے ان کے ذہن میں کشادگی آتی ہے اور تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم دیکھیں تو لاکھوں لوگ دنیا کے مختلف امصار واقطاع کی سیر میں سرگرداں نظر ملیں گے۔ سفر نامہ کی ترکیب سفر کے حالات لکھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ سفر نامہ لکھنے کا بنیادی مقصد قارئین کو اپنے سفر کے تجربات اور مشاہدات سے آگاہ کرنا ہے۔

''سفر نامہ ایک ایسی غیر فسانی (No Fictional) صنف ادب ہے جس میں فکشن کی تنظیم، آپ بیتی کی ذاتیات، رپورتاژ کی قوت تخیلہ، انتھروپالوجسٹ کی انسان دوستی، تاریخ کی تحقیقی بصارت، جہالوجسٹ کی وسعت، فطرت اور تخلیق کی جولانیاں شامل ہو سکتی ہیں'' (۱)

سفر نامہ یارو داد سفر، سفر کے تجربات، مشاہدات کی فطری عکاسی اور دوران سفر پیش آنے والے مختلف مثبت اور منفی واقعات و حالات کو تحریری طور پر پیش کرنے کا نام ہے اردو ادب کی مختلف اصناف کے حوالے سے سفر کی کوئی مکمل تعریف ممکن نہیں ہے سفر نامہ دوسری اصناف ادب سے علیحدہ چیز ہے جس میں دوسری اصناف کی خصوصیات کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ سفر نامے کے لیے یہ الفاظ بہتر مفہوم ادا کر سکتے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو سفر نامہ کی مختصر تعریف یہ ہے کہ:

''سفر کا روزنامچہ، سفر کے حالات پر مشتمل کتاب'' (۲)

لفظ ''روزنامچہ'' کی وضاحت اس طرح سے بھی کی جاسکتی ہے

''وہ کتاب جس میں ہر روز کا حال لکھا جائے، پولیس کا رجسٹر جس میں جرائم، مقدمات اور پولیس کی دیگر تمام کاروائیاں وقت وار تحریر کی جاتی ہیں'' (۳)

سفر'' کے حوالے سے فیروز اللغات کچھ اس طرح وضاحت کرتا ہے؛

''سفر۔ س فر (ع۔ ا۔ مذ) (۱) مسافرات۔ سیاحت (۲) کوچ۔ روانگی۔'' (4)

جب کہ جامع اللغات میں اس کی صراحت کچھ اس طرح کی گئی ہے؛

''سف مرکز، شہر سے باہر جانا، مسافرات، کوچ، روانگی کے ہیں''۔ (5)

سفر اور سفر نامے کی وضاحت کے لیے مولوی نورالحسن نیر نے ان خوبصورت الفاظ کا سہارا لیا ہے۔

''سفر مسافرت، شہر سے باہر جانا، روانگی، کوچ، سفر آخرت، مر جانا۔

؎شعور کچھ سفر آخرت میں کام نہ آئے

دعائے خیر جو ممکن ہو یار لیتا جا۔(شعور)

سفر اور سقر میں ایک نقطہ کا فرق ہے (ف پر اگر ایک نقطہ دیا جائے تو قاف ہو جائے گا) مثل یعنی سفر میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ سفر کردہ۔ صفت، سیاح، تجربہ کار، سفر کرنا، سیاحت کرنا۔ سفر نامہ (ف) مذکر۔ سفر کے حالات اور سرگزشت۔ سفر وسیلۂ ظفر۔ معقولہ۔ سفر کرنے سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔

یہ سفر مجھ کو وسیلہ ہے ظفر کا (انیس)۔"(6)

سفر نامہ انسان کے جذبہ تحیر کا اظہار ہے حیرت اور اظہار دونوں انسانی سرشت کے دو ایسے لوازم ہیں جو اس کی فطرت کا حصہ بھی ہیں اس کا ذہنی ورثہ بھی۔

ادب اور جمالیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔جمالیات کے بغیر ادب روکھا پیکھا اور نامکمل ہے۔فکری سطح پر جمالیات ایک بے حد وسیع موضوع ہے جس میں ہر شے کو سمونے کی اجازت اور اس میں ہر شے کو سمیٹنے کی گنجائش موجود ہے اس کی وسعت کے پیش نظر اسے چند جملوں یا اوراق میں سمیٹنا واقعی مشکل اور ناممکن ہے۔اردو ادب میں جمالیات کی تعریف و توضیح یہ ہے۔

"جمالیات کا لفظ جمال سے نکلا ہے جو جمال کے سرنہاں کو کھولنے اور سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ جمال کا مطلب ہے حسن ،خوب صورتی اور پرکشش روپ۔ یہ لفظ فکری حوالے سے کائنات کی تخلیق سے پہلے خالق کائنات نے تجویز کیا اور کائنات کو اس لفظ کی معنویت اور تفسیر بنا کر پیش کیا۔"(7)

اس حقیقت سے اعراض و انکار ممکن نہیں ہے کہ اس ذات مطلق (اللہ عزوجل) نے جو چیز بھی تخلیق کی خوب صورتی میں لاثانی ہے۔انسانی زندگی میں سفر کی حقیقی اور علامتی اعتبار سے اہمیت مسلمہ ہے۔ انسان ضروریات زندگی کی حصول یابی کے لیے متعدد سفر کرتا ہے۔ اس طرح ایک حساس فنکار اپنے ذاتی تجربے کو دوسروں کے لیے تحریر کے قالب میں ڈھال کر ایک "سفر نامے" کی صورت دے دیتا ہے۔ اردو ادب میں سفر نامہ کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں مگر پھر بھی بے شمار سفر نامے لکھے گئے۔ اس صنف ادب میں مرد وخواتین دونوں نے ہی طبع آزمائی کی ہے۔ انسان طبعاً حسن شناس، حسن پرست اور حسن آفرین ہے۔ حسن اور عشق انسان کے فطری عناصر ہیں۔

جمالیات کا تعلق انسان، سماج، حواس خمسہ اور اس کے شعور ولاشعور سے ہے۔ وہ عمر بھر حسن کی تلاش میں ہی مصروف رہا ہے۔ خالق کائنات کا حسن ہو یا سماجی زندگی کا، اپنی ذات کا حسن ہو یا دوسرے افراد کا، حیات و کائنات کا حسن ہو یا فطرت کے جلال و جمال کا، زندگی کا حسن ہو یا موت کا، فنون لطیفہ میں تو اس کے تجربے پیش ہوئے ہیں۔

دور جدید کی خواتین سفر نامہ نگاروں کے سفر ناموں میں حسن آفرینی اور جمالیاتی عناصر کا کھوج لگانے کے لیے جن نمائندہ خواتین سفر ناموں کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے ان میں ثریا حسین، مسرت پراچہ، ڈاکٹر فرخندہ جالی، اختر ریاض الدین، صغرا مہدی اور بلقیس ریاض وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں پر بلقیس ریاض کا سفر نامہ "افق کے اس پار" جمالیاتی پہلوؤں سے لبریز ہے۔

بلقیس ریاض کی اس تخلیق میں ایک سے زائد ممالک کے سفر کی روداد قلم بند ہے۔ انہوں نے اپنے سفری حالات کوائف اور تجربات کو مخصوص انداز میں بیان کیا ہے۔ ''افق کے اس پار'' 141 صفحات پر مشتمل ایک اہم سفر نامہ ہے۔

بلقیس ریاض کے اس سفر نامے ''افق کے اس پار'' میں مالٹا (جرمنی) کے سفر کے حالات وواقعات اور کوائف کو بڑی خوش اسلوبی سے قلم بند کیا گیا ہے۔ مصنفہ کا یہ سفر نامہ ۱۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنفہ نے آغاز سفر سے لے کر مالٹا کے لوگوں کی طرز بودوباش، تہذیب و کلچر، سیاست، تاریخ فن تعمیرات اور دیگر مناظر کو باطنی نگاہ سے کشید کیا ہے۔ مصنفہ کے خاوند کو کامن ویلتھ وزارت قانون کے افسران کی کانفرنس میں شرکت کے لیے مالٹا روانہ ہونا تھا کہ مصنفہ نے بھی ساتھ جانے کا اصرار کیا اور یوں مصنفہ نے مالٹا کی سیر وسیاحت کی۔ مصنفہ ایک بلند پایہ ادیب ہیں اور حسن و جمال اور جمالیات ان کا من پسند موضوع ہے چنانچہ اس سفر نامے میں بھی مصنفہ نے فلسفہ حسن و جمال اور جمالیات کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف حسین و دلکش قدرتی مناظر کو منعکس کرنے کی کوشش کی ہے۔ فن تعمیر کے حوالے سے مالٹا اور لاہور کا موازنہ کرتے ہوئے مصنفہ نے مالٹا کی صفائی ستھرائی کی خوبی کو قابل رشک کہا ہے۔

''یہ جزیرہ سمندر کے بیچ میں واقع ہے۔ چاروں طرف لوگوں کے رہائشی مکان اور بلڈنگیں تعمیر ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے لاہور شہر کا اندرونی حصے کے گھر یاد آگئے جو بالکل اسی نقشے کے بنے ہوئے ہیں۔ گھروں کی چھوٹی چھوٹی بالکنیاں تھیں جو اکثر لاہور روڈ پر دکھائی دیتی ہیں۔ اتنے پرانے گھر تھے کہ دور سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گر جائیں گے مگر ان گھروں کا عیب صفائی نے ڈھانپ لیا تھا۔ سڑکیں صاف شفاف آئینہ کی مانند تھیں گھر گو پرانے تھے مگر صاف ستھرے تھے۔''(8)

بلقیس ریاض مالٹا کی خواتین کے بارے میں بڑی عمیق نظری سے مشاہدہ کرتی ہیں۔ مالٹا کی تہذیب کی کردار کشی بھی خوبصورتی سے کرتی ہیں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے مشرق اور مغرب کی تہذیب میں کافی تضاد نظر آتا ہے۔ بلقیس ریاض نے اسی تضاد کی روشنی میں تہذیب کی کردار کشی یوں کی ہے۔

"یہاں کے طور طریقے اور رواج پاکستان سے کتنے مختلف ہیں۔ ہم لوگ عمر بھر بچوں کے لیے جمع کرتے رہتے ہیں کہ مستقبل میں ان کی پڑھائی اور شادیوں میں روپیہ کام آئے گا یہ لوگ بس پال پوس کر آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اپنے پاوں پر کھڑے ہوتے ہی وہ والدین کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں"۔(9)

مصنفہ نے نہایت سنجیدہ انداز اختیار کیا ہے۔ اس سفر نامے میں سادگی اور دلکشی کا امتزاج ملتا ہے۔ اکثر مقامات پر مصنفہ نے مالٹا اور پاکستان کی تہذیب کا موازنہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مصنفہ کا مقصد دونوں ممالک کی تہذیب کی عکاسی کرنا ہے۔ بلقیس ریاض اپنے اس سفر میں محبت و ہمدردی اور انسانی رواداری، خلوص اور پر امید لوگوں کا مشاہدہ بھی کیا یہ عورتیں ایسی تھیں جس میں ہمت اور بلند حوصلگی بدرجہ اتم موجود تھی ہمارے ملک کی عورتوں کی طرح یاسیت و قنوطیت کا شکار نہ تھیں۔ مصنفہ نے ایک معذور عورت کی بلند خیالی و بلند حوصلگی کی عمدہ مثال کچھ یوں بیان کی ہے۔

"اس خاتون نے مجھے دیکھا ہلکی سی آہ بھری آنکھوں کی چمک ایک دم اداسی میں پنہاں ہو گئی تھی۔۔۔۔ وہ دھیرے سے گویا ہوئی۔ "صرف ٹانگ کا مسئلہ ہی نہیں اس کا دایاں ہاتھ بھی کام نہیں کرتا۔۔۔ کچھ دماغ پر بھی چوٹ آئی تھی، جس کی وجہ سے دائیاں ہاتھ اور ٹانگ متاثر ہوئی ہے۔۔۔۔ علاج کرا رہی ہوں۔۔۔ ایک نہ ایک دن ٹھیک ہو جائیں گی"۔ میں نے اتنی بلند حوصلہ خاتون کہیں بھی نہیں دیکھی تھی۔۔۔ اس شخص کا ٹھیک ہونا مشکل دکھائی دے رہا تھا مگر وہ خاتون پر امید تھی۔ میں یہ بھی حیران تھی کہ معذوری کی حالت میں وہ اسے پنیر کھلانے کے لیے آئی تھی۔۔۔ ورنہ اسے گھر بھی چھوڑ سکتی تھی کافی حد تک وفا شعار دکھائی دے رہی تھی۔۔۔ میں کیتھولک ہوں۔۔۔ ایک بار جس سے شادی ہوئی تو ساری عمر اس سے نباہ کرنا پڑتا ہے"۔(10)

خاتون کی باتیں نہایت اثر انگیز تھیں۔ یہ ایک ایسی عورت تھی جس نے نہ صرف اپنے معذور خاوند بلکہ اپنی بوڑھی ماں کو بھی سنبھال رکھا تھا۔ حقیت میں یہ عورت لائق تحسین تھی۔ کیتھولک عورتوں کی وفا شعاری اور خدمت گزاری بے مثل ہے۔

روزنامہ نوائے وقت میں "بلقیس ریاض۔۔۔ ایک خوش نصیب قلم کار" کے عنوان سے کالم میں ڈاکٹر عارفہ صبح خان یوں رقم طراز ہیں:

"بلقیس ریاض جو بھی لکھتی ہیں دل سے لکھتی ہیں۔ اس میں آرائش وزیبائش نام کو نہیں ہوتی۔ تحریر کا سارا حسن سادگی اور سلاست پر آکر ٹھہر جاتا ہے۔ وہ اپنی علمیت، فصاحت وبلاغت، شان وشوکت اور ذخیرہ الفاظ کی نمائش نہیں لگاتیں وگرنہ اکثر ادیب محض اس لیے مارے جاتے ہیں کہ وہ کہانی اور نفس مضمون سے ہٹ کر اپنی علمیت اور بلوغت کا پرچار کرنے لگتے ہیں۔ بلقیس ریاض کے چہرے پر جو نرمیاں، مٹھاس اور دلآویزی ہے وہی ان کی تحریر میں منعکس ہوتا ہے۔ یہی سادگی، نفاست، نرمی، مٹھاس اور پیاراپن ان کا باطن ہے۔"(11)

بلقیس ریاض لکھتے وقت اپنے قارئین کی ذہنی استعداد و قوت کو مد نظر رکھتی ہیں اور اپنی عبارت کو تصنع اور بناوٹ سے دور رکھتی ہیں ان کا مقصد ہوتا ہے کہ ادب کے قارئین کے ساتھ ساتھ عام لوگوں تک بھی ان خیالات اور اظہار بیان کی رسائی ہوسکے۔

بلقیس ریاض نے اس سفر نامے کو فلیش بیک کی عمدہ تکنیک سے خوبصورت بنانے کی کوشش کی۔ واقعی مصنفہ فلیش بیک اور ماضی کے جھروکوں میں غوطہ لگانے میں کمال مہارت رکھتی ہیں۔ مصنفہ نے مالٹا کے میوزیم آرکیولوجی کی سیر کرتے ہوئے فلیش بیک کا بخوبی استعمال کیا ہے۔

''عجائب گھر میں داخل ہوئی تو مجھے وہ جگہ اور وہاں کا ماحول پرانے زمانے کا لگا۔ یوں لگنے لگا جیسے میں صدیوں پیچھے چلی گئی ہوں۔۔۔ اس عجائب گھر کے دالان کمرے۔۔ اور ہال اتنے بڑے تھے کہ ایک ایک ہال میں آج کل کے زمانے کی پوری عمارت بن سکتی ہے۔۔۔ یہاں پر روشنیاں نہیں تھیں۔۔۔ صرف سورج کی روشنی سے وہ کمرے روشن تھے۔۔۔ میوزیم میں قدیم زمانے کے مینولیتھک زمانے کے برتن اور ہگارکم مندروں کے برتن بھی ہیں۔ یہ برتن اچھی طرح بنائے گئے تھے جو آج کل کے برتنوں سے خوبصورت تھے۔ کچھ برتن مٹی کے تھے جیسے بڑے بڑے گھڑے ۔۔۔ پیالے۔۔۔۔ ہانڈیاں۔۔۔ چھوٹے پیالے اور پانی پینے کے لیے گلاس یہ سب کے سب مٹی اور چونے کے بنے ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ پرانے زمانے میں لوگ اس قسم کے برتن استعمال میں لاتے تھے۔ میں حیرت میں گم ہوگئی تھی۔''(12)

آثار قدیمہ ہمارے لیے قیمتی اثاثہ ہیں اور یہ انسانی ذہنوں کو زمانہ قدیم کی روایات سے منسلک کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ مصنفہ نے قاری کی دلچسپی کو ملحوظ رکھتے ہوئے عجائب گھر میں رکھی گئی اشیاء کی خوبصورت منظر کشی کی ہے۔

اس سفر نامے میں بلقیس ریاض نے ایک اہم معاشرتی مسئلہ پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور اپنے ملک پاکستان کا موازنہ مالٹا سے کیا ہے۔ ہمارے ہاں والدین بچپن سے بیٹیوں کے لیے جہیز جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ ان کے ہاں

والدین کو جہیز بنانا ہی نہیں پڑتا بلکہ لڑکا خود ساری چیزوں کا انتظام کرتا ہے۔ اس حوالے سے مصنفہ نے معلومات کو خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے۔

”تمام لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ ہم نے شادی والے دن ہی جانا ہے وہ شادی سے پہلے نہیں آتے بلکہ تحفوں کا معلوم کر لیتے ہیں کہ دلہا اور دلہن کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ مہمان ایک جیسے تحفے بھی نہیں لاتے تو کیا والدین کو جہیز تیار نہیں کرنا پڑتا۔ بہت کم۔۔۔ لڑکا خود گھر میں ساری چیزوں کا انتظام کرتا ہے۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہے لڑکی کے والدین کو کسی قسم کی دشواری تو نہیں ہوتی بعض لوگ تو ہمارے ملک میں بیٹیوں کی شادی کرنے کے لیے اپنی جائیداد تک بیچ دیتے ہیں۔“(13)

ہمارے ملک کا المیہ ہے کہ شادیاں لمبی اور روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ حالانکہ مذہب اسلام میں سادگی کے ساتھ یہ فرائض نبھانے کا درس ملتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہندووں کے ساتھ تھا بس سارا کلچر ان لوگوں کا لے لیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج پاکستانی بالخصوص مسلمان قوم زوال کا شکار نظر آرہی ہے۔ مالٹا میں عورتیں بڑی دلیر ہیں اور پوری ذمہ داری سے اپنے گھریلو اخراجات کو کم کرنے اور گھر کی گاڑی چلانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ عورتیں ملازمتیں کرتی ہیں مختلف دکانوں اور کارخانوں وغیرہ میں ان کی سب سے بھلی عادت اور خوبی ایماندار ہونا ہے یہ آقا سے انتہائی کی مخلص نظر آتی ہیں۔ مصنفہ نے بازار میں ایک دکاندار عورت سے جوتا خریدا اور اس دکاندار سے کچھ استفسار کیا جس پر وہ عورت بتاتی ہے کہ

”مجھے تو دس سال ہو چکے ہیں۔۔۔ دراصل آج کوئی گاہک نہیں آیا تھا جس مالک کی دکان ہے۔ وہ نہایت شریف نسب ہے۔ میرے ساتھ اس کا تعاون بہت اچھا ہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ اس کی دکان میں بکری نہ ہو۔۔۔ مہینے کی تنخواہ لیتی ہوں۔۔۔ اس کا نمک کھا رہی ہوں اور۔۔۔۔ کیا کروں بے ایمانی کرنے کو دل نہیں کرتا۔۔۔ اس دکان کا مالک کسی دن آتا ہے اور کسی دن نہیں بھی چاہوں تو میں شام سے پہلے ہی دکان بند کر کے گھر چلی جائوں۔۔۔ میں اس کے ساتھ دھوکہ نہیں کر سکتی۔۔۔“(14)

باہر کی دنیا ہم لوگوں کی دنیا سے بہت مختلف ہے ہر کام وہ بڑے آرام سے کرتے ہیں۔ سکون اور تحمل سے نہ صرف کھاتے پیتے ہیں بلکہ سوچ بچار بھی سکون اور تحمل سے کرتے ہیں۔ اگرچہ یورپ کے لوگوں میں بے حیائی و عریانی ہے اس کے باوجود اچھے اصول بھی ہیں ہر کام اور ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں ان اچھی عادات و اطوار اور خوبصورت مناظر کے ہوتے ہوئے جہاں کہیں بھی جاو تو دنیا نئی لگتی ہے مگر جو سکھ چین اپنے ملک میں نصیب ہوتا ہے شاید کہیں اور نہیں۔

مصنفہ نے سفر نامے میں مالٹا کی تہذیب کو مفصل رقم کیا ہے۔ غیر مسلم قوم کے کردار اور ان کی سچائی متاثر کن ہے۔ اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو صرف نام کے مسلمان ہیں اچھے اصول ان غیر مسلموں نے ہم سے لے لیے۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ ہاں اسلام کا دعویٰ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

حوالہ جات

1۔ ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، اردو سفر نامہ، مشمولہ ادراک پشاور، جنوری ۱۹۵۵ء، ص ۹۱

2 وارث سرہندی، ایم۔اے، علمی اردو لغت (متوسط)، لاہور، علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۸ء، ص ۶۳۴۔

3 حوالہ ایضاً، ص ۵۸۰

4 فیروز الدین، (مرتبہ)، فیروز اللغات اردو جامع، لاہور، فیروز سنز (نیا ایڈیشن) س ن، ص: ۸۰۱

5۔ عبد الحمید بی اے، خواجہ، جامع اللغات، لاہور، جامع اللغات کمپنی، ۱۹۹۲، ص: ۳۶۹

6۔ نور الحسن نیر، مولوی، مرحوم، نور اللغات جلد سوم، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۵ء، ص ۹۴۴

7۔ شاکر کنڈان، جمالیات، اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن 2019، ص 9

8۔ بلقیس ریاض، افق کے اس پار، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1996ء، ص 20۔21

9۔ ایضاً، ص 43

10۔ ایضاً، ص 33

11۔ ایضاً، ص 57۔58

12۔ ڈاکٹر عارفہ صبح خان، "بلقیس ریاض۔۔ایک خوش نصیب قلم کار"، نوائے وقت، روزنامہ، لاہور، 9۔ فروری 2021

13۔ بلقیس ریاض، افق کے اس پار، مقبول اکیڈمی، لاہور ص 70۔71

14۔ ایضاً، ص 133